ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

Vol.03 No.01 (2025)

# A STUDY OF ALLUSIONS IN THE POETRY OF SULEMAN SIMABI

# سلیمان سیمابی کی شاعری کا تلمیحاتی مطالعہ

**Arooj Hafeez**
*MPhil Urdu Scholar, Superior University, Faisalabad Campus, Faisalabad*
**Dr. Mubshar Saeed**
*HOD Urdu, Superior University, Faisalabad Campus, Faisalabad*

## Abstract:
*The use of allusions in the poetry of Suleiman Simabi adds a new dimension of style and meaning to the traditional themes of Urdu ghazal. His poetry creatively incorporates religious, historical, and classical romantic references, showcasing his literary prowess while expanding the thematic depth of Urdu poetry. By employing allusions to legendary tales such as Yusuf and Zulaikha, Farhad and Shirin, and by referencing renowned Urdu poets like Ghalib, Josh, Jigar, Akhtar Sheerani, and Hafeez Jalandhari, Simabi does not merely enhance poetic beauty but also conveys profound intellectual and mystical experiences. This study critically analyzes the thematic and artistic aspects of allusions in Simabi's poetry, concluding that his work represents a unique and impactful trend in Urdu ghazal—one that beautifully blends tradition with innovation.*

**Keywords**:Urdu Ghazal, Suleiman Simabi, Allusions, Love, Classical Legends, Ghalib, Josh, Jigar, Akhtar Sheerani, Hafeez Jalandhari, Literary Analysis, Poetry, Tradition, Innovation, Mystical Experience

سلیمان سیمابی کے آباواجداد کا تعلق دلی کے ایک علمی و دینی خاندان سے تھا معلوم خاندانی تاریخ کے مطابق یہ خاندان سترویں صدی کے آخر میں محلہ دریاگنج میں موجود ایک پرانی مسجد میں علمی دینی اور تدریسی خدمات پر مامور تھے مولانا محمد محسن اور مولانا محمد عبدالرحمن کے نام کا حوالہ اسی خاندان کے بعد کی چوتھی پشت کے شاعر محمد منیر کمال مسلم کے شاعری مجموعے "سیل رواں" کے دیباچے میں جن الفاظ ملتا ہے ان میں سلمان سیمابی کے والد مولانا عبدالرحیم کا ذکر بھی ملتا ہے۔ منیر کمال مسلم لکھتے ہیں:

''حسب ونسب کے لحاظ سے میرے بزرگ حضرت محمد محسن دلی کے محلہ دریاگنج میں مقیم تھے یہ دوصدیوں سے بھی پرانی بات ہے 1947 میں ہمارے خاندان کے افراد ہجرت کر کے پاکستان پہنچے اور مختلف شہروں اور قصبوں میں بکھر گئے''(1)

عبدالغفور سلیمان 19 ویں صدی کے آخری عشرے میں 1895 میں پیدا ہوئے انہوں نے شاعری کے آغاز ہی میں اپنے زمانے کے بڑے استاد حضرت سیماب اکبر آبادی سے قلمی رابطہ کیا اور ان کے شاگرد بننے کی خواہش کا اظہار کیا اس خواہش کو پذیرائی ملی اور وہ عبدالغفور سلیمان سے سلیمان سیمابی ہو گئے۔ مولوی عبدالغفور سلیمان اویس سیمابی کا تعلق گڑھا (ویندان) جالندھر مشرقی پنجاب (انڈیا) کے مولوی خاندان سے تھا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں ان کے خاندان کے بڑے شاعر جو پنجابی میں کہیں کتابوں کے مصنف تھے مولوی محمد مسلم تھے جن سے اس خاندان کی شناخت مولوی خاندان کے نام سے ہوئی اس خاندان کے بارے میں معلومات کے کچھ ماخذ درج زیل ہیں:

1۔ "پنجابی شاعراں دا تذکرہ" مولا بخش کشتہ، ادارہ پنج دریا لاہور، 1964

2۔ "تاریخ آرائیاں" چوہدری محمد اصغر، علمی کتب خانہ لاہور، 1976

3۔ "تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند" پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد نمبر 13، 1973

4۔ "سیل رواں" محمد منیر مسلم، علمی بک ڈپو لاہور، 1975

ان ماخذات کا تعلق سلیمان سیمابی کے خاندانی پس منظر سے ہے ان سے ملنے والی معلومات کے مطابق سلیمان سیمابی کا پس منظر علم و ادب کی روایات سے جڑا ہوا ہے۔ مولوی عبدالغفور کی ابتدائی تربیت اپنے والد مولانا عبدالرحیم کے سائے میں ہوئی جو خود ایک معروف عالم تھے اور جنہوں نے عربی فارسی کی تربیت اپنے والد مولوی محمد

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

عظیم سے حاصل کی تھی عربی، فارسی، قران، حدیث اور فقہ سے وابستہ اس خاندان کی علمی و دینی روایات اور خدمات کے مضامین میں مولوی عبد الغفور نے علمی و دینی معلومات حاصل کیں جب وہ بڑے ہوئے تو جالندھر کے علمی ماحول نے ان کے اندر شعری ذوق کو پیدا کیا۔ڈاکٹر جہانگیر خان لکھتے ہیں:

”ان میں بستی غزا میں مشاعرے 1920 میں شروع ہو گئے تھے اور بستی کے دائرے میں منعقد ہوتے تھے ان میں سرور صاحب، آذر صاحب، رسا صاحب اور ان تینوں کے شاگرد عاشق، رضا اور فیضی وغیرہ شریک ہوتے تھے جالندھر شہر سے حفیظ صاحب۔مولانا گرامی بھی کبھی کبھی تشریف لے آتے تھے“(2)

بیسویں صدی کے پہلے ربع میں جس استاد کا طوطی بول رہا تھا وہ سیماب اکبر ابادی تھے ان کو براہ راست حضرت داغ دہلوی سے شاگردی کا شرف حاصل تھا جو علامہ اقبال کے بھی استاد رہے ہیں۔داغ دہلوی کے شاگردوں کی تعداد 2 ہزار کے قریب تھی مگر ان کے شاگرد سماب اکبر ابادی ان سے بھی آگے بڑھ گئے اور ان کے شاگردوں کی تعداد 3 ہزار کے قریب تھی ہندوستان کے طول و عرض سے نومشک شاعر اور شاگرد اصلاح کے لیے ان کو اپنا کلام بھیجتے اور ان کے شاگرد کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

سلیمان سیمابی اور استاد سیماب اکبر آبادی کی دستیاب خط و کتابت سے سلیمان سیماب کے سلسلہ تلمذ کا باقاعدہ سراغ سن 1900 سے ملتا ہے سلیمان سیمابی ان کو اپنا کلام اصلاح کے لیے بھیجتے اور سیماب اکبر آبادی بھیجے ہوئے کلام پر اصلاح کر کے سلیمان کا کلام کو لٹا دیتے ہیں۔قیام پاکستان کے اعلان کے بعد دوسرے مسلمانوں کی طرح گڑھا کے مولوی خاندان نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا سلیمان سیمابی کی اہلیہ اور بچے بچیاں ان کے بہنوئی اور خاندان کے سربراہ مولوی شمس الدین کے ساتھ اگست کے آخری دنوں میں ایک ٹرک کے ذریعے لاہور ہجرت کر کے آئے یہ ایک دلخراش واقعہ تھا 40،50 مرد وزن بچے بچیاں کی ٹرک میں بیٹھے تھے خوف اور بے سروسامانی کے عالم میں لاہور پہنچے اور اچھرہ کے ایک خالی سکول میں پناہ گزین ہوئے۔

سلیمان سیمابی اور ان کے بھانجے چودھری عبد المجید گڑھا ہی رک گئے تھا 14 اگست 1947 کے اعلان آزادی کے مطابق جالندر کو پاکستان ہی میں ظاہر کیا گیا تھا اور ڈپٹی کمشنر جالندھر کے دفتر پر پاکستانی پرچم بھی لہرا دیا گیا تھا مگر 15 اگست کے بعد پہلے اعلان میں ترمیم کے بعد جالندھر کو ہندوستان میں شامل کرنے کا اعلان کیا گیا یوں جالندھر کی مسلمان آبادی میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی جالندھر کے کئی خاندانوں کی ہجرت ادھوری تھی قتل و غارت فسادات، لوٹ مار، خوف اور مصیبت کی فضا میں یہ نقل مکانی ہوئی۔دکھ بھرے یہ دن سلیمان سیمابی اور عبد المجید نے جالندھر کینٹ کے مہاجر کیمپ میں گزارے وہ کبھی کبھار اپنے مکانوں کی طرف جاتے اور انہیں حسرت و غم سے دیکھ کر واپس اجاتے انہی دنوں کا ایک واقعہ انہی کی زبانی سنیں:

ہم تقسیم ملک کی قیامت صغری میں جالندھر چھاؤنی کے کیمپ میں آباد تھے ایک صاحب میری سفید ریش دیکھ کر پاس بیٹھ گئے اور کہا مولوی صاحب دعا فرمایئے میں نے کہا آؤ ہم دونوں بارگاہ رب العزت میں حضور رسول مقبول کے وسیلہ سے دعا مانگیں:

دعائے منظوم

ہے روشن آپ پر ہے شاہ لولاک
جو اہل دین کی پامالی ہوئی ہے
خدارا کہیے یہ اپنے خدا سے
یہ امت ناز کی پالی ہوئی ہے(3)

سلیمان سیمابی کے کرداری خدوخال کے بارے میں ہے وہ سیاسی گفتگو بہت کم کرتے ادبی حلقوں میں ان کی گفتگو ادب سے متعلق ہوتی اور عزیز و اقارب اور گھر والوں سے سماجی اور معاشرتی نوعیت کی بقول ریاض مجید:

”جب بھی ہماری طرف آتے تو والدہ ان کے لیے باہر لان میں کھلی جگہ پر چارپائی بچھوا کر قریب ایک تپائی پر کچھ اخبارات اور رسائل رکھ دیتی جنھیں وہ پڑھتے رہتے“(4)

ان کو حقہ نوشی سے بڑا شغف تھا وہ ان کی کمزوری تھی حقہ کے ساتھ ان کی مشق سخن بھی جاری رہتی اور وہ کاغذوں پر کچھ لکھتے رہتے:

"ان کی دستیاب بیاضوں کا بڑا حصہ اسی طرح کی کاپیوں پر ہے جو ہمارے سکولوں میں 50 کی دہائی میں استعمال ہوتی تھیں"(5)

لائل پور میں چار چھ گھروں میں مہینہ ڈیڑھ مہینے میں ان کا ایک دو چکر ضرور لگتا بقول ریاض مجید :

"ہماری طرف بھی وہ اوسطاً مہینہ ڈیڑھ مہینے میں ایک دفعہ ضرور آتے اور ایک رات قیام کرتے"(6)

سلیمان سیمابی کی وفات منیر کمال مسلم کی رہائش گاہ پر 29 جولائی 1971 کی صبح لاہور میں ہوئی یہ موت اچانک حرکت قلب بند ہونے کے سبب تھی وہ جب تک زندہ رہے کسی پر بوجھ نہ بنے اور چلتے پھرتے اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔ سلیمان سیمابی کی شاعری کا کل اثاثہ ان کی دستیاب نو بیاضیں ہیں اور اس کے علاوہ ان کی ایک کتاب "شان غزل" جو غالب صدی کے حوالے سے 1929 میں شائع ہوئی۔ سلیمان سیمابی کی تخلیقی کارکردگی کا بڑا اظہار غزل کی صنف میں ہوا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اردو شاعری میں فارسی شاعری کے زیر اثر ہر دور میں غزل کی صنف معروف رہی۔ ہر نئے شاعر کی طرح سلیمان سیمابی کے شعری نمونے بھی غزل کی ہیت میں ملتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد انہوں نے اپنی بیاضوں میں اپنی قلم سے غزلیں اتارتے ہوئے بعض جگہوں پر کچھ ضروری اصلاح اور ترامیم کا اضافہ کیا ہے ان کی غزلوں کا ایک بڑا ماخذ وہ خط و کتابت بھی ہے جو ان کی اپنے استاد سیماب اکبر آبادی سے رہی ہے۔ اردو شاعری کی دنیا میں تلمیحات کو ہمیشہ ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔ یہ ایک ایسی صنف ہے جو چند لفظوں میں پوری کہانی، تہذیبی پس منظر، یا کسی تاریخی واقعے کو بیان کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ غالب، میر انیس، اقبال، اور فیض جیسے شعرائے کرام نے اپنی شاعری میں تلمیحات کا نہایت عمدگی سے استعمال کیا۔ ان کے ہاں تلمیحات محض شعری آرائش کے لیے نہیں بلکہ ایک عمیق تہذیبی، مذہبی، یا سیاسی پیغام پہنچانے کا ذریعہ تھیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ تلمیحات کفایت لفظی کی بہترین مثال ہیں۔ ان کے ذریعے شاعر دریا کو کوزے میں بند کرتا ہے۔ کسی تاریخی یا مذہبی پس منظر سے جڑی ایک مختصر تلمیح قاری کے ذہن میں ایک مکمل منظر یا داستان کھینچ دیتی ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو اردو زبان کو ادبی لحاظ سے دیگر زبانوں کے مقابلے میں ممتاز بناتا ہے۔ ماہرین لغات و لسانیات نے تلمیح کے سلسلے میں کچھ اس انداز سے اپنی آرا کا اظہار کیا ہے۔ ☆۔ فیروز اللغات:

"تلمیح، علم بیان کی اصطلاح میں کسی قصہ وغیرہ کا کلام میں اشارہ کرنا۔"(7)

☆۔ غیاث اللغات:

"لغوی معنی بجائے مہملہ نگاہ سبک کردن بسوئے چیزے از منتخب و یا اصطلاح اہل معنی اشارت کردن در کلام بقصہ یا آوردن اصطلاحات نجوم و موسیقی وغیر ہم یادر کلام آوردن آیات قرآن مجید یا احادیث۔"(8)

☆۔ نور اللغات:

"کلام میں کسی قصہ کی طرف اشاہ کرنا(9)

☆۔ فرہنگ عامرہ:

"کلام میں کسی قصہ کی طرف اشارہ، اچٹتی نگاہ ڈالنا، اپنے کلام میں احادیث یا آیات لانا۔"(10)

وحید الدین سلیم لکھتے ہیں:

"تلمیحات کیا ہیں؟ ہماری قوم کے قدموں کے نشان ہیں جن پر چلتے چلتے ہم اپنے باپ دادا کے خیالات، مزعومات، اوہام، رسم و رواج اور واقعات و حالات کا سراغ لگا سکتے ہیں۔"(11)

ڈاکٹر مصاحب علی صدیقی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"تلمیح علم بیان کی نہایت اہم صنعت ہے۔ اس کی قدامت اس طرح مسلم الثبوت ہے جیسا کہ تمدن و معاشرت کی تاریخ۔ ابتدائے آفرینش سے اس صنعت کا گہرا لگاؤ انسانی تمدن سے رہا ہے۔ ارتقا کی ہر منزل میں اس کے نقوش پائے

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

جاتے ہیں۔ دنیا کی جن قوموں میں الفاظ نہیں تھے وہ اپنے خیالات وجذبات کو سمجھانے کے لیے ہاتھ پائوں سے اشارہ کرتی تھیں اور جب انھیں زبان ملی تو انھوں نے اپنی حرکات وسکنات کو تلمیح کا نام دیا۔ اس لیے کہ تلمیحات نے وہی کام کیا جو ان کے اشارے کرتے تھے۔"(12)

اس حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر کا نکتہ نظر ہے:

"تلمیحات بلاغت کا نشان ہیں۔ بلاغت کا مطلب یہ ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ بات کہہ دی جائے نیز کم سے کم الفاظ کے ذریعے زیادہ سے زیادہ معانی سمجھے جائیں اور یہ بات تلمیحات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ جس زبان میں تلمیحات کم ہیں یا بالکل نہیں ہیں، وہ بلاغت کے درجے سے گری ہوئی ہے۔"(13)

عابد علی عابد اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"تلمیح کے استعمال سے ہمارے ذہن میں تصورات وافکار کا ایک وسیع سلسلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بہ امتدادِ زمانہ بعض الفاظ وکلمات میں ایسی دلالتیں پیدا ہو جاتی ہیں یا ان سے ایسی کیفیات وابستہ ہو جاتی ہیں کہ تلمیح اشارے سے متعلقہ کوائف وافکار کے تمام پہلو ہماری نظروں کے سامنے اس طرح اُبھر آتے ہیں کہ رمز وایما اور اختصار کا وصف ان میں در آتا ہے جو شعر کی اور بالخصوص غزل کی جان ہے۔"(14)

اگر کسی زبان کی تلمیحات کا بغور مطالعہ کیا جائے، تو ان سے اس زبان کے بولنے والوں کے گزشتہ واقعات اور تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کے مذہبی عقائد، ان کے اوہام، ان کے معاشرتی حالات اور ان کی رسوم اور مشاغل معلوم ہوتے ہیں۔ کسی قوم نے جس طرح تمدنی منزلیں رفتہ رفتہ طے کی ہیں اور جو تبدیلیاں اس کی زندگی میں یکے بعد دیگرے ہوتی رہی ہیں، اس کی زبان کی تلمیحات کے مطالعہ سے سب نظر کے سامنے آجاتی ہیں۔

مثلاً اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جرمنوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں کے آباؤاجداد کن اوہام وخرافات پر ایمان رکھتے تھے، پھر ان کے مذہبی خیالات میں کیا تبدیلی ہوئی، کون سے اہم تاریخی واقعات انہیں پیش آئے، ان کے اسلاف میں سے کون کون اشخاص مشہور ہوئے اور وہ کن کن حالات واوصاف سے متصف تھے، تو آپ جرمن، فرانسیسی یا انگریزی زبان کی کسی ایسی فرہنگ کو اٹھالیجیے جس میں اس زبان کی تلمیحات درج کی گئی ہوں۔ ایک سرسری نظر اس فرہنگ پر ڈالنے سے آپ پر سب کچھ منکشف ہو جائے گا۔

سلیمان سیمابی نے بھی اس روایت کو نہ صرف اپنایا بلکہ اسے ایک نئے رنگ اور جدت سے روشناس کروایا۔ ان کی شاعری میں تلمیحات کی ایسی کثرت ملتی ہے جو ان کی علمی وسعت، تاریخ وتہذیب پر گہری نظر، اور زبان پر عبور کی غماز ہے۔ تاہم، ان کی تلمیحات کی سب سے نمایاں خوبی ان کی سادگی اور عمومی فہم ہے۔ وہ اپنے اشعار میں ایسی تلمیحات استعمال کرتے ہیں جو نہایت عام فہم ہیں اور قاری کو کسی اضافی علمی پس منظر کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مثال کے طور پر، سلیمان سیمابی کے اشعار میں ہمیں ایسے تلمیحاتی جملے ملتے ہیں: "نمرود کی خدائی"، "تین سو ساٹھ اصنام مکہ"، "کیا حسن مصر میں لٹا کنعان کے چاند کا"، اور "یوسف کا اخوان"۔ یہ تمام تراکیب تاریخی اور مذہبی حوالوں کو مختصر ترین الفاظ میں بیان کرتی ہیں۔ ان تلمیحات کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ یہ صرف ایک طبقہ یا خاص ذہنی سطح کے افراد تک محدود نہیں بلکہ عام پڑھے لکھے افراد بھی ان کا مفہوم بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ سلیمان سیمابی نے تلمیحات کو اپنے اشعار کا جزوِ لازم بنایا اور ان کے استعمال کو ایک نئی جہت دی۔ وہ نہ صرف فارسی اور عربی شاعری کے گہرے اثرات سے واقف تھے بلکہ اردو کی کلاسیکی روایات کا بھی مکمل شعور رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تلمیحات کے پیچھے صرف مذہبی یا تاریخی واقعات ہی نہیں بلکہ روزمرہ کی زندگی اور سماجی حالات بھی جھلکتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ہمیں "تاناشاہی"، "نمرود کی خدائی"، اور "حسن مصر" جیسے الفاظ کے ذریعے وہ سماجی اور سیاسی حالات کا عکس ملتا ہے جو ان کے عہد کا حصہ تھے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
Vol.03 No.01 (2025)

سلیمان سیمابی کے اشعار میں تلمیحات کا استعمال نہایت فطری اور غیر مصنوعی ہے۔ وہ اپنے استاد سیماب اکبر آبادی کے شاگرد ہونے کے ناطے زبان کے لطیف پہلوؤں سے گہری واقفیت رکھتے تھے، جس کا مظہر ان کی شاعری ہے۔ ان کے ہاں تلمیح، استعارہ، اور تشبیہ کا ایسا حسین امتزاج ملتا ہے جو ان کے اشعار کو نہایت دلکش اور اثر انگیز بناتا ہے۔ سلیمان سیمابی کی یہ خصوصیت ان کو اردو کے دیگر غزل گو شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔ ان کی شاعری محض تخلیقی اظہار نہیں بلکہ ایک ایسی روایت کا تسلسل ہے جو اردو شاعری کو تہذیبی اور فکری طور پر مالا مال کرتی ہے۔ ان کی غزلوں میں تلمیحات کا یہ خوبصورت استعمال ان کے عہد اور آنے والے ادوار کے لیے ایک قیمتی ادبی سرمایہ ہے۔

نمونے کے طور پر دیکھیے:

ادھر تین سو ساٹھ اصنام مکہ
ادھر ہی ایک اللہ نگہبان ہے اپنا(15)

اس شعر میں سلیمان سیمابی نے مختصر مگر بلیغ انداز میں تاریخی، مذہبی، اور فکری پہلوؤں کو سمو دیا ہے۔ "تین سو ساٹھ اصنام مکہ" واضح طور پر مکہ کے کعبہ میں رکھے گئے بتوں کی طرف اشارہ ہے جو اسلام سے قبل عربوں کی مشرکانہ زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ تلمیح اسلامی تاریخ کے اس دور کو یاد دلاتی ہے جب کعبہ بت پرستی کا مرکز تھا۔ دوسری جانب "ایک اللہ نگہبان ہے اپنا" توحید کے اس عقیدے کی عکاسی کرتا ہے جو اسلام کی بنیاد ہے۔ یہ تلمیح نبی اکرم ﷺ کی جدوجہد، ایمان کی پختگی، اور اللہ کی حفاظت کے تصور کو اجاگر کرتی ہے۔

یہ شعر صرف دو متضاد نظریات کا بیان نہیں بلکہ ایک فکری مکالمہ بھی ہے، جہاں شاعر نے کفر و شرک کے مقابلے میں توحید کی عظمت اور استحکام کو نمایاں کیا ہے۔ اس میں موجود تاریخی اور مذہبی تلمیحات شاعر کی فکری گہرائی اور شعری مہارت کا مظہر ہیں، جو قاری کو نہ صرف ماضی کی یاد دلاتی ہیں بلکہ توحید پر یقین کو بھی مضبوط کرتی ہیں۔

کیا حسن مصر میں لٹا کنعاں کے چاند کا؟
یوں کہیے شہر مصر کا بازار لٹ گیا(16)

اس شعر میں تلمیحات کا نہایت خوبصورت اور پُر تاثیر استعمال کیا گیا ہے۔ "حسن مصر" اور "کنعاں کے چاند" تلمیحات ہیں جو حضرت یوسفؑ کی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں، جنھیں قرآن مجید میں "احسن القصص" یعنی سب سے بہترین قصے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ "کنعاں کے چاند" حضرت یوسفؑ کی جمالیاتی عظمت کو بیان کرتا ہے، جبکہ "حسن مصر" ان کے مصر میں حسن و جمال کی دھوم کی طرف اشارہ ہے، جہاں ان کا حسن لوگوں کو اس قدر متاثر کرتا ہے کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں، جیسا کہ زلیخا اور اس کے ہمراہیوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

دوسرے مصرعے میں "شہر مصر کا بازار لٹ گیا" کے ذریعے شاعر نے مبالغہ آرائی کا خوبصورت استعمال کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کا حسن محض ایک فرد یا گروہ پر نہیں بلکہ پورے معاشرے پر اثر انداز ہوا۔ اس تلمیح سے شاعر نے یہ واضح کیا ہے کہ جب حسن الٰہی جلوہ گر ہوتا ہے تو وہ تمام دنیاوی ظاہریات کو بے حیثیت کر دیتا ہے۔ یہ شعر نہ صرف ایک تاریخی اور مذہبی واقعے کو بیان کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے انسانی جذبات، حسن کی طاقت، اور اس کے سماجی اثرات کو بھی اجاگر کرتا ہے، جو شاعر کی فکری گہرائی اور تخلیقی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

پیرہ زن تیشہ و فرہاد پہ الزام نہیں
الفت شیریں نے فرہاد جبل میں مارا
عبرت ہے اہل جہاں قہر خدا سے عبرت
پشہ لنگ میں نمرود محل میں مارا
نہ ہو میر و سلیمان کا سا انداز نصیب
ذوق، غالب نے بہت زور غزل میں مارا (17)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.01 (2025)

یہ اشعار تلمیح، استعارہ، اور تاریخی حوالوں کے ذریعے فکر و فلسفہ کی گہرائی بیان کرتے ہیں۔ پہلے شعر میں فرہاد اور شیریں کی داستان عشق کا حوالہ دے کر یہ دکھایا گیا ہے کہ عشق کی شدت ہی انسان کو پہاڑ جیسی مشکلات میں مبتلا کرتی ہے، نہ کہ کسی خارجی الزام کی ضرورت ہے۔ دوسرے شعر میں نمرود اور مکھی کا واقعہ تلمیح کے طور پر قہر خدا کی یاد دہانی کراتا ہے، جو یہ بتاتا ہے کہ طاقت اور غرور کی عمارت ایک حقیر مخلوق کے ذریعے گرادی جاسکتی ہے۔ تیسرے شعر میں میر و سلیمان کے اعلیٰ معیار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذوق اور غالب کی غزل گوئی کی عظمت بیان کی گئی ہے، جنہوں نے اپنی شاعری سے کمال کو چھوا۔ یہ اشعار انسانی جذبات، عبرت، اور تخلیقی عظمت کا حسین امتزاج ہیں۔

زیب زیست میں کیا رنگ اعتبار آیا
کہ جان بوجھ کے منصور سوائے در آیا(18)

شاعر نے زندگی کے حسن اور اعتبار کو منصور حلاج کی تلمیح کے ذریعے بیان کیا ہے۔ "جان بوجھ کے منصور سوائے در آیا" حق کی جستجو اور قربانی کی طرف اشارہ ہے، جہاں زندگی کی خوبصورتی فنا کے امتحان سے گزرتی ہے۔ یہ شعر روحانی سچائی اور فکری گہرائی کا عکاس ہے۔

کٹھن میں عزیزاں کو آواز دینا
ہے یوسف کا اخواں کو آواز دینا(19)

اس شعر میں شاعر نے حضرت یوسفؑ کے واقعے کی تلمیح کا نہایت معنی خیز استعمال کیا ہے۔ "کٹھن میں عزیزاں کو آواز دینا" مشکل وقت میں قریبی رشتے داروں سے مدد طلب کرنے کی طرف اشارہ ہے، لیکن "یوسف کا اخواں کو آواز دینا" طنزیہ طور پر بیان کرتا ہے کہ بعض اوقات وہی قریبی افراد، جیسے یوسفؑ کے بھائی، مدد کے بجائے آزمائش کا سبب بنتے ہیں۔ یہ شعر انسانی فطرت، رشتوں کے تضادات، اور آزمائشوں میں حکمت عملی کا عمیق اظہار ہے۔

بنام ریاض وسحر اور رومی
بیاباں میں غولاں کو آواز دینا(20)

اس حصے میں سلیمان سیمانی کی مطبوعہ غزلوں میں تلمیحات دیکھیں گے۔ جو شان غزل کے تاریخی نام سے ۱۹۶۹ء میں لاہور سے غالب صدی کے حوالے سے شائع ہوا۔ اردو کے معروف شاعر مرزا اسد اللہ غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر جب برصغیر پاک وہند اور اس کے باہر بھی مرزا غالب کی شاعرانہ عظمت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے سیمینارز کانفرنسیں اور ادبی تقریبات کا انعقاد ہو رہا تھا سینکڑوں مقالے اور کتابیں شائع ہو رہی تھیں۔

غالب کے دیوان پر دیوان مرتب کرنے کی واحد مثال اس سال سلیمان سیمانی نے پیش کی۔ ایک بہت بڑے شہرہ آفاق شاعر کے حضور یہ ایک غیر معروف شاعر کا ہدیہ عقیدت تھا۔ اس کے بارے میں اردو کے معروف نقاد پروفیسر سید وقار عظیم لکھتے ہیں۔

"سلیمان اویسی صاحب کی غزلوں کے مجموعے شان غزل کو میں غالب سے عقیدت اور ارادت کے اظہار کی ایک عملی اور جذباتی صورت سمجھتا ہوں۔ کتاب میں ایک صفحہ پر غالب کی غزل ہے اور اس کے مقابل میں اویسی صاحب کی غزل اور یوں غالب کے طالب علم کے لیے اس مجموعے میں ایک خاص طرح کی کشش ہے۔"(21)

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ شان غزل اس کتاب کا تاریخی نام ہے جو سلیمان سیمانی نے غالب کے دیوان پر دیوان بڑی مختصر مدت میں مکمل کیا۔ ان کے شاگرد عزیز اور معروف شاعر منیر مسلم کمال، اس دیباچے میں لکھتے ہیں۔

"محترم مولوی عبد الغفور صاحب سلیمان سیمابی اویسی سے پاکستان میں میری پہلی ملاقات ۱۹۶۷ء میں ہوئی۔ سہارن پور (بھارت) سے ۱۹۴۷ء میں میرا تبادلہ کراچی راولپنڈی اور بعد ازاں لاہور ہوا۔ اتنی طویل مدت میں بھی آپ بے گھر اور خانہ بدوش ہی رہے، جس طرح آج کل ہیں۔ درحقیقت پاکستان بنا تو آپ نے کسی مستقل مکان یا رہائش کا بندوبست آج

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

تک کیا ہی نہیں، کہا کرتے ہیں کہ ایک جگہ جم کر بیٹھنا میری فطرت عطایہ کے منافی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں جب میں نے اپنا پہلا مجموع نظم و غزل "کلیاں اور کانٹے" شائع کیا تو میں انہاک کے ساتھ آپ کی تلاش میں بیشتر شہروں، قصبوں میں گھوما۔ میں نے علم عروض کی ابجد اور شاعری کی ابتدا آپ ہی کی ہدایت سے کی تھی۔ تقریبا ایک سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد میں آپ کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوا پھر دو چار ملاقاتیں ہوئیں، وہ بھی مختصر اور ادھوری ادھوری میں مسلسل ہر ماہ دو تین بار آپ کی تلاش میں لائلپور پہنچتا لیکن مہینہ بھر میں اپنے پسر ان کے پھر ان کے ہاں ایک دن کی اقامت مجھے ملاقات کا موقع نہ دیتی۔ آپ ہر بار کہیں مضافات میں نکلے ہوتے۔ یہی گردش تقریبا دو سال تک متواتر جاری رہی۔ لیکن میری اس لگاتار انتھک کوشش کا ایک خاطر خواہ نتیجہ یہ ضرور نکلا کہ آپ ماہ ستمبر ۱۹۶۸ء میں ایک شب خود ہی میرے قریب خانہ پر لاہور تشریف لے آئے۔ آپ کو میرے اضطراب اور جستجو کا بخوبی علم تھا۔"(22)

کئے ہیں عشق نے دونوں کے چاک پیراہن
حساب ایک ہوا یوسف زلیخا کا(23)

سلیمان سیمابی نے اس شعر میں حضرت یوسفؑ اور زلیخا کی داستان عشق کو تلمیح کے طور پر استعمال کیا ہے، جو محبت کی شدت اور قربانی کو نمایاں کرتا ہے۔ "چاک پیراہن" حضرت یوسفؑ کے لباس کے پھٹنے کا واقعہ یاد دلاتا ہے، جو زلیخا کی طرف سے عشق کی شدت کا مظہر تھا، جبکہ یوسفؑ کی پاک دامنی اور خدا کی مدد کی علامت بھی ہے۔ "حساب ایک ہوا" سے مراد یہ ہے کہ دونوں کردار عشق کی آزمائش میں برابر رہے—یوسفؑ نے پاک دامنی کو ترجیح دی، اور زلیخا نے اپنی محبت میں سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ شعر عشق کی گہرائی اور اس سے جڑے جذباتی، اخلاقی، اور روحانی پہلوؤں کا خوبصورت اظہار ہے۔

غالب و جوش و جگر اختر و الحاج حفیظ
تھے یہی پانچ ہوئی جن کی قضا موج شراب(24)

اس شعر میں سلیمان سیمابی نے اردو کے ممتاز شعرا غالب، جوش، جگر، اختر شیرانی، اور الحاج حفیظ جالندھری کا ذکر کیا ہے، جو اپنی شاعری میں شراب یا سرمستی کو بطور علامت یا استعارہ استعمال کرنے کے لیے مشہور ہیں۔ "قضا موج شراب" ایک تلمیح ہے جو ان شعرا کے تخلیقی سفر کو ان کی جذباتی اور فکری دنیا سے جوڑتی ہے، جہاں سرمستی اور شراب زندگی کی گہرائیوں اور حقیقتوں کو بیان کرنے کا وسیلہ بنتی ہیں۔ یہ شعر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کی شاعری میں جذبات کی شدت اور وجدانی کیفیت نے ایک خاص اثر چھوڑا، اور اسی نے ان کے فن کو امر کر دیا۔

اپنے ہی تیشہ سے فرہاد کی موت آئی مگر
اس میں کچھ شائبہ دجل زن پیر نہ تھا(25)

اس شعر میں فرہاد کی داستان عشق کی تلمیح کو ایک نئے زاویے سے پیش کیا گیا ہے۔ شاعر بیان کرتا ہے کہ فرہاد کی موت اس کے اپنے تیشے سے ہوئی، جو اس کی اپنی محبت اور کوششوں کا استعارہ ہے۔ لیکن شاعر وضاحت کرتا ہے کہ اس واقعے میں کسی دغاباز یا مکار عورت کا کوئی دخل نہیں تھا، جیسا کہ عموماً فرہاد اور شیریں کی کہانی میں زہر گھولنے والی عناصر کا ذکر آتا ہے۔ یہ شعر محبت، جدوجہد، اور اس کے انجام پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، جہاں فرہاد کی موت کو اس کی تقدیر اور خالص عشق کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے، نہ کہ کسی سازش کا۔ سلیمان سیمابی کی شاعری میں تلمیحات کا استعمال فکری گہرائی اور تخلیقی مہارت کا عکاس ہے۔ ان کے اشعار میں کلاسیکی تلمیحات کو روایتی انداز سے ہٹ کر ایک نئے اسلوب میں پیش کیا گیا ہے، جس سے ان کی شاعری میں جدت اور معنویت کی وسعت نمایاں ہوتی ہے۔ انہوں نے عشق، قربانی، اور آزمائش جیسے موضوعات کو یوسفؑ و زلیخا، فرہاد و شیریں، اور دیگر عشقیہ داستانوں کی تلمیحات کے ذریعے نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا ہے، جہاں عشق کی شدت اور اس کے نتائج پر ایک منفرد زاویے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

Vol.03 No.01 (2025)

اسی طرح غالب، جوش، جگر، اختر شیرانی، اور حفیظ جالندھری جیسے شعرا کا ذکر کرتے ہوئے وہ اردو شاعری میں وجدانی کیفیت اور شاعرانہ سرمستی کے کردار کو اجاگر کرتے ہیں، جو اردو غزل کا ایک اہم پہلو رہا ہے۔ اس کے علاوہ، انہوں نے فرہاد کی موت کے روایتی بیانیے کو بھی ایک نیا رخ دیا ہے، جہاں وہ اسے کسی دغا یا سازش کا نتیجہ نہیں بلکہ خود فرہاد کے عشق اور اس کی تقدیر کا فیصلہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں تلمیحات محض ایک ادبی تکنیک نہیں بلکہ فکری وسعت اور نئی معنویت کے حامل ہیں، جو اردو غزل کی روایتی ساخت کو مزید مضبوط اور فکری لحاظ سے وسیع تر کرتے ہیں۔

سلیمان سیمابی کی شاعری میں تلمیحات کا تخلیقی اور معنوی استعمال اردو غزل کی روایتی وسعت کو مزید گہرائی عطا کرتا ہے۔ اس تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے کلاسیکی عشقیہ داستانوں، مذہبی حوالوں اور اردو کے ممتاز شعرا کی تخلیقی دنیا کو اپنی شاعری میں نہایت مہارت سے برتا ہے۔ ان کی شاعری میں تلمیحات محض ادبی زینت کے طور پر نہیں بلکہ ایک فکری اور جذباتی کائنات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یوسف وزلیخا، فرہاد وشیریں اور اردو شعرا کے ذکر میں سیمابی نے نہ صرف ماضی کے ادبی سرمائے کو زندہ رکھا بلکہ ان تلمیحات کو نئے مفاہیم اور زاویوں کے ساتھ پیش کر کے اپنے منفرد اسلوب کی تشکیل کی۔ ان کے اشعار میں عشق، قربانی، آزمائش اور وجدانی کیفیت جیسے موضوعات کو تلمیحاتی انداز میں بیان کرنا ان کی تخلیقی بصیرت کا مظہر ہے۔ یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ سلیمان سیمابی کی شاعری اردو غزل میں تلمیحات کے ایک منفرد اور اثر انگیز رجحان کی نمائندہ ہے، جو روایت اور جدت کے حسین امتزاج کو ظاہر کرتی ہے۔

**حوالہ جات:**

1. منیر کمال، گزارشات، مشمولہ: ’’سیل رواں‘‘، مکتبہ کارواں، لاہور، ۱۹۷۵
2. خان محمد کبیر رسا جالندھری، "فکر رسا"، مکتبہ کارواں، لاہور، جنوری، ۱۹۸۰ص:۱۵
3. سلیمان سیمابی: قلمی بیاض ۵، ص:۵۳
4. راقم کا پروفیسر ریاض مجید سے انٹرویو: بمقام پیپلز کالونی فیصل آباد، ۲۰۲۴
5. ایضاً
6. ایضاً
7. فیروزالدین، مولوی، ’’فیروز اللغات‘‘، فیروز سنز، لاہور، ۲۰۰۶، ص:۸۰
8. غیاث الدین، خلیفہ، ’’غیاث اللغات‘‘، نول کشور لکھنو، ۱۸۸۹، ص:۹۰
9. نورالحسن نیر، مولوی، ’’نور اللغات‘‘، ترقی اُردو بیورو، دہلی، ۱۹۹۸، ص:۸۲
10. خویشگی، عبد اللہ خاں، ’’فرہنگ آمرہ‘‘، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸، ص ۳۱
11. پروفیسر وحید الدین سلیم، ’’افادات سلیم‘‘، مرکنٹائل پریس، لاہور، ۱۹۶۰، ص:۱۰۴
12. ڈاکٹر مصاحب علی صدیقی، ’’اردو ادب میں تلمیحات‘‘، کتب خانہ علم و دانش، حیدر آباد، ۲۰۰۳
13. پروفیسر وحید الدین سلیم، ’’افادات سلیم‘‘، مرکنٹائل پریس، لاہور، ۱۹۶۰
14. عابد علی عابد، ’’مقالات عابد‘‘، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹، ص:۴۸
15. سلیمان سیمابی: قلمی بیاض ۲، ص:۱۷
16. ایضاً ص:۷۷
17. قلمی بیاض ۱، ص:۵۶
18. قلمی بیاض ۸، ص:۱۴

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR



19. ایضاً ص:۱٦
20. ایضاً ص:۳۴
21. وقار عظیم، دیباچہ، "شان غزل" از سلیمان سیمابی، علمی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۲۹
22. منیر کمال، دیباچہ، "شان غزل" از سلیمان سیمابی، علمی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۲۹
23. سلیمان سیمابی "شان غزل"، علمی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۲۹، ص:۲۰
24. ایضاً ص:۳۵
25. ایضاً ص:۴۳

References:

Kamal, Munir. *Guzarishat.* Included in *Sail-e-Rawan*, Maktaba Karwan, Lahore, 1975.

Jalandhari, Khan Muhammad Kabir Rasa. *Fikr-e-Rasa.* Maktaba Karwan, Lahore, Jan. 1980, p. 15.

Simabi, Suleman. *Qalmi Biaz 5*, p. 53.

Author's interview with Professor Riaz Majeed at People's Colony, Faisalabad, 2024.

Ferozuddin, Maulvi. *Feroz-ul-Lughat.* Feroz Sons, Lahore, 2006, p. 80.

Ghayasuddin, Khalifa. *Ghayas-ul-Lughat.* Naval Kishore, Lucknow, 1889, p. 90.

Noor-ul-Hassan Nayyar, Maulvi. *Noor-ul-Lughat.* Taraqqi Urdu Bureau, Delhi, 1998, p. 82.

Khweshgi, Abdullah Khan. *Farhang-e-Amra.* Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 2008, p. 31.

Professor Waheeduddin Saleem. *Ifadat-e-Saleem.* Mercantile Press, Lahore, 1960, p. 104.

Dr. Musahib Ali Siddiqui. *Talmihat in Urdu Literature.* Kutub Khana Ilm-o-Danish, Hyderabad, 2003.

Professor Waheeduddin Saleem. *Ifadat-e-Saleem.* Mercantile Press, Lahore, 1960.

Abid Ali Abid. *Maqalat-e-Abid.* Sang-e-Meel Publications, Lahore, 1989, p. 48.

Simabi, Suleman. *Qalmi Biaz 2*, p. 17.

Waqar Azim, Preface. *Shan-e-Ghazal* by Suleman Simabi, Ilmi Kutub Khana, Lahore, 1929.

Munir Kamal, Preface. *Shan-e-Ghazal* by Suleman Simabi, Ilmi Kutub Khana, Lahore, 1929.

Simabi, Suleman. *Shan-e-Ghazal.* Ilmi Kutub Khana, Lahore, 1929, p. 20.

وسیم ارشد, زوہیب اصغر, and شہرام ارشد. "خالد فتح محمد کے افسانوں کا مجموعی جائزہ." *Jahan-e-Tahqeeq*, vol. 7, no. 2, 2024, pp. 69-77. https://jahan-e-tahqeeq.com/index.php/jahan-e-tahqeeq/article/view/1359.

سعدیہ ثناء اللہ, and وسیم ارشد. "رابعہ الربآّ کے افسانوں کا جائزہ." *Harf-o-Sukhan*, vol. 8, no. 2, 2024, pp. 119-128. https://harf-o-sukhan.com/index.php/Harf-o-sukhan/article/view/1314.

وسیم ارشد, منزہ منور, ڈاکٹر, and محمد اکرام الحق. "اکیسویں صدی کے اُردو افسانوں میں سماجی شعور." *Jahan-e-Tahqeeq*, vol. 7, no. 2, 2024, pp. 78-85. https://jahan-e-tahqeeq.com/index.php/jahan-e-tahqeeq/article/view/1360.

اسلم حمید, وسیم ارشد, and شہرام ارشد. "اردو نثری نظم کی روایت۔۔ تجزیاتی مطالعہ." *Harf-o-Sukhan*, vol. 8, no. 1, 2024, pp. 282-289. https://harf-o-sukhan.com/index.php/Harf-o-sukhan/article/view/1155.